© rasailojaraid.com

کچھ دیر مولانا محمد امیر بجلی گھر کے ساتھ

مدیر کے قلم سے

پشتو زبان کے منفرد خطیب، مشہور عالم حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحبؒ ۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۳۰ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے، چند سال قبل، ان سے ملاقات کا ذکر ایک کالم میں احقر نے کیا تھا، ان کے سانحہ ارتحال کی مناسبت سے یہ کالم نذر قارئین ہے۔ ....(مدیر)

عرصے سے خیال تھا کہ پشاور سے کبھی گذر ہوگا تو مولانا محمد امیر بجلی گھر کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہیے، صوبہ سرحد کے کوہ ودامن اور دشت وچمن میں جنم لینے والا کون ہے، جو ان کے نام سے ناواقف ہوگا، ہنستوں کو رلانے اور روتوں کو ہنسانے والا پشتو زبان کا بے نظیر خطیب...... صرف لفظوں کے گورکھ دھندے کا ماہر خطیب نہیں، بلکہ عمل پیکر اور اسلاف کی روایات کا امین بھی...... برصغیر کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے خطیب ومقرر، دینی مدارس سے ہی نکلے ہیں۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری...... سننے والوں کا مشاہدہ ہے کہ جب وہ بولتے تو کائنات سمٹ کر آواز بگوش ہو جاتی، گھنٹوں بولتے اور سامعین کی خواہش ہوتی کہ ”وہ کہے اور سنا کرے کوئی“ ان کی ایک تقریر اٹھارہ گھنٹے کے دورانیہ پر مشتمل تھی۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے فاضل اور تبلیغی جماعت کے مبلغ مولانا محمد طارق جمیل صاحب بھی ہمارے آج کے دور میں خطابت کے بادشاہ ہیں، ان کی لمبی سے لمبی تقریر میں بھی کوئی نہیں اکتاتا، ہمیں بعض حضرات کی اس بات سے کبھی اتفاق نہیں رہا کہ عوام مولویوں کی زبان نہیں سمجھتے اور ان کی اردو ثقیل ہوتی ہے۔ مولانا طارق جمیل صاحب کا بیان خالص عالمانہ زبان میں ہوتا ہے، قرآن کریم کی آیات، احادیث اور عربی الفاظ وعبارات سے پُر ہونے کے باوجود زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد ان کی بات سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔

دینی مدارس نے برصغیر کو اردو کے جو نامور خطیب دیے ہیں، وہ جس دین کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اس کی تعلیمات کی جھلک خود ان کی زندگی میں بھی نظر آتی ہے، ڈاڑھی سے مزین نورانی چہرہ، اسلامی لباس اور مردانہ جاہ وجلال کے حامل یہ خطیب ان مقرروں اور اسکالروں سے مختلف ہوتے ہیں، جو ذرائع ابلاغ میں مشہور ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمد امیر بجلی گھر کے ایک مصاحب نے مجھے ان کے کچھ واقعات وحالات ایسے بتلائے کہ دل میں ان کی زیارت کا داعیہ پیدا ہوا، اس سفر میں میرے ساتھ میرے بھانجے مولوی ثناء اللہ تھے جو ضلع کوہاٹ میں جمعیت علمائے اسلام کے سرگرم کارکن ہیں۔

۱۷ نومبر ۲۰۰۴ء کو مولانا محمد امیر صاحب کے گھر گئے تو ان کے صاحبزادے مفتی محمد قاسم صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کے پاؤں کی ہڈی متاثر ہوئی ہے اور خود چلنے پھرنے سے معذور ہیں، سہارا لے کر چلتے ہیں، کچھ دیر کے بعد سہارے سے باہر تشریف لائے، نورانی جبین، براق ڈاڑھی، سفید لباس میں ملبوس عالمانہ حسن وجمال کا پیکر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پشتو زبان میں فصاحت وبلاغت کا ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ لوگ سنتے اور سر دھنتے رہتے ہیں، آواز میں بھی غضب کا ترنم ہے، عشق نبوی سے سرشار ہو کر جب وہ عبدالرحمٰن بابا اور حافظ الپوری کے نعتیہ اشعار اپنے بیابانی لہجے میں سناتے ہیں تو خود بھی آب دیدہ ہو جاتے ہیں اور سننے والوں کو بھی اشک بار کر دیتے ہیں، مولانا محمد امیر بجلی گھر ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے، فرمانے لگے کہ میں چودہ سال تک علوم دینیہ کا طالب علم رہا اور دارالعلوم سرحد میں سترہ سال تک تدریس کرتا رہا۔ میری خواہش تھی کہ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند جا کر پڑھوں لیکن اس وقت حالات سازگار نہیں تھے اس لیے دارالعلوم سرحد ہی میں دورۂ حدیث کیا، اس کے بعد مولانا روم کی شہرۂ آفاق میں مثنوی پڑھنے کا شوق ہوا، تیرہ میل کے فاصلے پر ایک بزرگ عالم دین رہتے تھے، جن کی عمر ایک سو ۴۵ سال بتلائی جاتی تھی اور مثنوی کے ماہر استاذ سمجھے جاتے تھے۔ ڈیڑھ سال تک روزانہ ۲۶ میل کا فاصلہ طے کر کے ان سے مثنوی پڑھتا رہا۔ مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحب نے مولانا شمس الحق افغانی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود صاحب اور دوسرے اکابر کا بڑے والہانہ انداز میں تذکرہ کیا، ان کے ساتھ بیتے ہوئے دنوں کے واقعات اور ان سے سنے ہوئے علمی نکات سنائے۔ مولانا کافی ضعیف ہو چکے ہیں لیکن ان کی آواز کا سوز وساز اب بھی جوان ہے، میں نے مجلس کے آخر میں ان سے درخواست کی کہ کوئی شعر ترنم کے ساتھ سنا دیں تو انہوں نے عبدالرحمٰن بابا کے اشعار سنائے۔

فرماتے تھے عبدالرحمٰن بابا کے اشعار حضرت بنوری صاحبؒ اور حضرت عزیز گل صاحبؒ کو بہت پسند تھے، جب ان کے اشعار میں انہیں سناتا تو وہ آب دیدہ ہو جاتے۔

حضرت بابا عبدالرحمٰن پشتو زبان کے مشہور ومقبول شاعر ہیں۔ ۱۰۴۲ ہجری میں وہ پشاور کے ایک مضافاتی گاؤں میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۸ء میں وفات پائی، عالم بھی تھے اور چشتی سلسلے کے بزرگ بھی، ان کا کلام عارفانہ ہے، زندگی کی حقیقتوں کو انہوں نے بڑے شیریں اسلوب میں اُجاگر کیا ہے، پشاور ہزار خانی میں واقع ان کے مزار پر بھی حاضری ہوئی، وہیں سے ان کا دیوان خریدا، یہ امر انتہائی قابل افسوس ہے کہ پشتو زبان کا سب سے مقبول شاعر ہونے کے باوجود ان کا دیوان کسی نے شایان شان طریقے سے نہیں چھاپا، ان کے دیوان کے اکثر ایڈیشن نیوز پیپر پر خراب طباعت کے ساتھ شائع کیے جاتے ہیں، میں نے جو نسخہ خریدا اس کے ٹائٹل پر ان کا یہ شعر لکھا گیا ہے:

خوب خندا په بے غمی کیگی رحمانه　　چه په زړه ئے دیار غم وی سه به خوب سه به خندا کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(خوشی و آرام کے لیے زندگی کا غم سے خالی ہونا ضروری ہے، جس کا دل غمِ جاناں کا زخم خوردہ ہو، وہ آرام و مسرت کی زندگی کیوں کر گزار سکتا ہے۔)

انیس سو اکیاون یا باون کا واقعہ ہے، افغانستان کے اس وقت کے بادشاہ ظاہر شاہ نے عبدالرحمٰن بابا اور خوشحال خان خٹک کے لیے دو تابوت بھیجے، اس میں عبدالرحمٰن بابا کی نعش رکھنے کے لیے مولانا امیر بجلی گھر گئے، ان کی قبر کھودی تو دیکھا کہ نعش بالکل صحیح سالم ہے۔ حالانکہ ان کی وفات کو تین سو سال کا عرصہ ہو چکا تھا، یہ واقعہ اس وقت اخبارات میں بڑا مشہور ہوا تھا، میں نے مولانا کے صاحبزادے سے پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی، اللہ والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی الگ ہوتا ہے، خود انہوں نے اولیاء اللہ کے بارے میں جو منفرد غزل کہی ہے، اس کے چند اشعار ہیں:

ھسے گرم بازار بل پہ جھان نشتہ
لکہ گرم دے بازار دَ درویشانو
پہ یو قدم تر عرشہ پورے رسی
مالید لے دے رفتار دَ درویشانو
بادشاھان دَ دے دُنیا واڑہ پرلتہٗ دی
لکہ خاورے پہ دربار دَ درویشانو
ھر بھار لرہ خزان پہ جھان شتہ دے
خزان نہٗ لری بھار دَ درویشانو
دَ جنت دَ باغ گلونہ بہ ئے ھیر شی
کہٗ سوک ووینی گلزار دَ درویشانو

ان اشعار کا اصل لطف تو وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو پشتو جانتے ہیں، اردو میں ان کا مفہوم ہے:

(۱) اللہ والوں کی مجلس سدا پُر رونق رہتی ہے، دنیا میں کسی اور کی محفل یوں پُر رونق اور آباد نہیں رہ سکتی۔

(۲) اللہ والے کے ایک قدم سے عرش تک بسا اوقات رسائی ہو جاتی ہے، میں نے اہل اللہ کی رفتار دیکھی ہے۔

(۳) دنیا کے حکمران اللہ والوں کے دربار کی مٹی کی مانند بے رنگ و بے قیمت پڑے ہیں۔

(۴) اس دنیا کی ہر بہار خزاں نصیب ہے لیکن درویشوں کی زندگی سدا بہار رہتی ہے۔

مولانا امیر بجلی گھر صاحب سے الوداعی مصافحے کے لیے جب ہم آگے بڑھے تو فرمانے لگے کہ کراچی میں مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی قبر پر جا کر میرا سلام کہہ دینا، یہ کہتے ہوئے ان کی آواز بھرا گئی...... ان کی مجلس کی حلاوت اب تک تازہ ہے!............☆☆

© rasailojaraid.com